اعلیٰحضرت قدر قدرت بندگانعالی متعالی خلد اللہ ملکہ

نذر سالگرہ مبارک

۱۳۳۴ھ

گذرانیدہ

مدّاحِ قدیم فدوی محمد نادر علی برترؔ یادگار غالب و جانشین ظہیر

مفید دکن پریس میں چھپی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نذرِ سالگرہ

صفائے طبع چمکے جوہرِ نطقِ زباں بنکر — کھِلے رنگِ مضامیں غازۂ حسنِ بیاں بنکر
صریرِ کلک پیدا ہو نوائے بلبلاں بنکر — زمینِ شعر کا ہو بول بالا آسماں بنکر

عیاں سرسبزیٔ طبعِ رواں کا ثبت جوہر ہو
ٹپک جائے سیاہی کا جو قطرہ بحرِ اخضر ہو

دمِ مدحت گری ہے وقت ہے یہ مدح خوانی کا — زمانہ ہے یہی نامِ خدا معجز بیانی کا
ملا ہے سال بھر کے بعد موقع گلفشانی کا — نہ کیوں فرقِ ثنا گو پہ ہو دعوے لن ترانی کا

ثنا گر ہے یہ اس جلوہ فروزِ وادیٔ دل کا
چراغِ طور پروانہ ہے جسکی شمعِ محفل کا

سرور افزائے خاطر عالم آرائی کے ساماں ہیں — صدائے خندہ بن بنکر نکلتے آج ارماں ہیں
گل و غنچہ رہینِ منتِ فصلِ بہاراں ہیں — ہوائے شادمانی میں ہوا دارِ گلستاں ہیں

نویدِ فصلِ گل آئی کہ آئی جان پیکر میں
نکل آئے شگوفے شاخِ شمشاد و صنوبر میں

۲۱

دہان غنچہ میں ہے حرف مبارکباد گلشن میں — سمٹ کر آ گئی ہے عالم ایجاد گلشن میں
نہیں ہے ایک کانٹا بھی سر بیداد گلشن میں — کہ اب گلچیں بھی گلشن میں ہے زیبا گلشن میں
سجے نقشے نئی صورت سے رنگ آمیزی گل کے
نکل آئی ہیں کلیاں بن کے کانٹے حلق بلبل کے

چمن شفاف ہے آئینہ رخسار کی صورت — غبار اب اٹھ گیا گرد نگاہ یار کی صورت
تراوٹ زا ہے شبنم شربت دیدار کی صورت — نہیں ہے نرگس بیمار کی بیمار کی صورت
نسیم صبح بھی نبض مسیحا بن کے چلتی ہے
نکلتی بن کے بوئے گل ہے یا دعا منہ سے نکلتی ہے

فلک سے بادلوں کی ٹکڑیاں شکل نو آئیں — لئے میخانہ عشرت کی ہاتھوں میں کلید آئیں
رجب میں بن کے شکل ہلال ماہ عید آئیں — یہ غل ہے سال بھر کے بعد پھر باز دید آئیں
یہ برسیں گی تو برسیں گی لب گوہر فشاں ہو کر
بہیں گی اشک شادی کی طرح ہر سو رواں ہو کر

چلی ٹھنڈی ہوا پانی پڑا فرحت بڑھی دل کی — دھلی گرد رخ کلفت کدورت مٹ گئی دل کی
نہ اب وہ بیقراری ہے نہ اب وہ بے کلی دل کی — خدا شاہد ہے بجھا دی چھینٹے نے لگی دل کی
نظر کے سامنے سرسبزی عالم کا نقشہ ہے
ہری کشت تمنا کیوں نہ ہو ٹھنڈا کلیجہ ہے

کچھ ایسا شوخیوں سے ہے گل شاداب کا عالم — کہ شرمندہ ہے بلبل کے دل بیتاب کا عالم
نگاہ نرگس فتاں میں ہے سیماب کا عالم — یہ بیداری کا عالم ہے کہ یا خواب کا عالم

ہوا ایسی بندھی اہلِ چمن کی بیقراری کی
خبر اڑنے لگی ہے آمدِ فصلِ بہاری کی

یہ کچھ نشو و نما کا جوش ہے کلیاں مچلتی ہیں
جو نکلی بات منہ سے بات میں شاخیں نکلتی ہیں
کنارِ دایۂ فصلِ بہاری میں جو پلتی ہیں
تو شاخیں ہر شجر کی پھول لینے کو پھیلتی ہیں
یہ تاثیرِ نمو بھی کیا تراوت خیز ہوتی ہے
کہ اب جو شمع جل اٹھتی ہے وہ گلریز ہوتی ہے

دلِ بلبل اٹھا بن بن کے آتش گل کا گلستاں میں
ہوا ہے نالۂ جانسوز بلبل کا گلستاں میں
اڑا نافہ یہ بکھری سنبل کا گلستاں میں
نہیں ہے رنگ وہ دیکھی لٹ کا گل کا گلستاں میں
شگوفے بھی گلابی چمپئی دھانی نکلتے ہیں
چمن میں سبزپوشانِ چمن کپڑے بدلتے ہیں

چلے جب جھوم کے ابرِ دُربار کیصورت
کھلی سبزے کی قسمت دیدۂ بیدار کیصورت
بنی چشمِ تماشا بیں بھی نرگس زار کیصورت
بہر صورت عجب گلزار ہے گلزار کیصورت
بجز خندۂ گل ہے نہیں کچھ پیش چلتی ہے
صدائے نغمۂ بلبل بھی آ دب کر نکلتی ہے

غضب جادو بھری ہیں نرگسِ مخمور کی آنکھیں
پری کی ایسی آنکھیں ہیں نہ ایسی حور کی آنکھیں
یہ شوخی چشمِ بد دور اور ایسی نور کی آنکھیں
انہیں دیکھے تو کھل جائیں چراغِ طور کی آنکھیں
بھرا ہے بیخودی کا رنگ ایسے حسنِ دلکش میں
پڑی جب بھی نظر وہ شکلِ موسیٰ آگیا غش میں

یہ سر سبزی شادابی کا عالم ہی تو کیا ہوگا — ابھی تو ہیچ جولانی کا کیسب اتنا ہوا ہوگا
تراوت کا اثر کچھ اور اگر اس میں سوا ہوگا — تو پھر ہر خشت پانی چشمۂ خورشید کا ہوگا

بہت ٹھنڈی ہے سوزِ نالۂ شبگیر کی گرمی
حیا سے پانی پانی ہو گئی اختر کی گرمی

وہ اٹھا کالے کالے بادلوں کا جوش کیفیت — وہ جھک جھک کر گھٹا کا چھا گیا ساقی مے نوش کیفیت
الٰہی جوش مستی ہی سے سر جوش کی شورش — بھڑک جانا ابھی نہ ہر مے نوش کی کیفیت

نرالی جدتیں کرنے لگے میخوار ہر شے میں
بھگو کر رکھ لیے توبہ کے ٹکڑے ساغرِ مے میں

کھلی پھر چشمِ ساقی کی طرح زنجیرِ میخانہ — ہوئے آزاد پھر وابستۂ تقدیرِ مینا
نگاہِ رند میں پھرنے لگی تصویرِ میخانہ — زبانِ رند پر جو آ گئی ہر سمت یہ تقریرِ مینا

لگی دل کی بجھائیں آج میکش جام و ساغر سے
مزہ آئے جگر کی چوٹ سینکیں آتشِ تر سے

سرور آنے لگا آنکھوں میں رنگِ بیخودی بنکر — خمار اڑنے لگا محفل میں اعضا کی سستی بنکر
نصیبِ جام و ساغر آئینہ ہی آرسی بنکر — یہ غل ہے دخترِ رز اڑتی پھری شیشے کی پری بنکر

چلی قرباں ہونیکے لیے یہ اُسکی محفل پر
محبت کیطرح قبضہ ہے جسکا کشورِ دل پر

وہ محفل خسروِ ملکِ دکن سے جسکی زینت ہے — وہ محفل آصفِ سابع علی خاں کی شان و شوکت ہے
وہ محفل جو گرہ کے سال کی بزمِ مسرت ہے — وہ محفل جلوہ آرا جس میں خود ہی جمِ دولت ہے

شہ گردوں حشم عثمان علیخاں خلد اللہ ملکہ نام ہے جسکا
تمام اہل جہاں پر آج فیض عام ہے جسکا

سریر آرائے دولت زینت تاج و نگیں ہے — خدا گر ہے جسے کہتے ہیں سب اسکا مکیں تیرے ہیں
جگہ ہر دل میں اسکی ہے کچھ ایسا دلنشیں ہے یہ — اطاعت فرض سب پر جسکی ہے وہ بالیقیں ہی ہے

یہ ایسا راہرو ہے کام جو دیتا ہے رہبر کا
کہ یہ سرور بھی حامی بھی ہے دین پیمبر کا

ستمگاری مٹی اسکے زمانہ میں زمانے سے — بہت ڈرتا ہے وہ درد عشق بھی اب دل آزمانے سے
عدو ہے آتش گل کو نشیمن کے جلانے سے — بہت خوش ہے قفس میں عندلیب چہچہانے سے

کھٹکتی اب نہیں بیداد گلچیں خار کی صورت
نہیں ہے پھر قمری سر کوئی وار کی صورت

بظاہر عشق پر ہو خوار و خستہ ہو جاتے ہیں — دل آزار وفا کے دل خود ہی شکستہ ہو جاتے ہیں
ستم پرور مقید دست بستہ ہو جاتے ہیں — جفا کے پیچ سے سر دست لب بستہ ہو جاتے ہیں

نظام امن آسایش پئے مخلوق جدید ہے
کہ ہر فرزند نظر آنکھوں کے حلقے میں مقید ہے

نہ اب مخمور سینے میں غم اب نہ رنج کا کھٹکا ہے — نہ اب دشمن کے دل میں کاوش دشمن کا کھٹکا ہے
نہ شمع بزم کو اب جنبش دامن کا کھٹکا ہے — نہ اب نخچیر کے دل میں نگہ ناوک فگن کا کھٹکا ہے

ستمگر دہر میں آوارہ ہیں خوار و زبوں ہو کر
کہ اب چلتے میں بھی چلتے ہیں پاؤں کے سرنگوں ہو کر

خدا رکھے عجب راحت فزا ہے دورِ عثمانی
کہ بل تقدیر سے ہے دور خاطر سے پریشانی
ہند ہی کیا آجکل ایسی ہوئی ہے معدلت رانی
کہ اب اک گھاٹ پہ پیتے ہیں شیر و گلو پانی

نہیں باقی نفاق باہمی کا وہ اثر ہو کر
ہم ہندو مسلماں رہتے ہیں شیر و شکر ہو کر

زمانہ بخش آصف ہے کچھ ایسا تو انگر ہے
کہ کشکول گدائی رشک صد کان گوہر ہے
صدائے بینوا نا آشنائے گوش یکسر ہے
کھلے کیا منہ لگی مہر درم کے لب پر ہے

یہ نفرت مانگنے کے نام سے ہے اب زمانے کو
جو نکلی مانگ تو بل آگیا زلفوں کے شانے کو

نظیر اس کی سخاوت کی ملے کیونکر زمانہ میں
لٹائے اس طرح کس نے زر و گوہر زمانہ میں
زمانہ کو ملا آرام اس بہتر زمانہ میں
کہ اب باقی نہیں افلاس کا چکر زمانہ میں

گدا بھی گر کوئی نکلا تو قسمت کا دھنی نکلا
جسے اس دورِ عثمانی میں دیکھا وہ غنی نکلا

نہ ویلیں وہ ہے کوئی نہ اب آزار آنکھوں میں
بڑے آرام سے ہیں مردم بیمار آنکھوں میں
ملے جاتا ہے انکو شربت دیدار آنکھوں میں
مسیحائی آصف ہے نمایاں چار آنکھوں میں

ملی جس سے پھر اسکا بھر دیا گھر سیم سے زر سے
نگاہِ آصف سابع ہے بڑھ کر کیمیاگر سے

رعایا کے لئے پیدا کئے اسباب راحت کے
نکالے راستے کیا خوشنما سڑکوں کی وسعت کے
رواں ہر سمت نل ہر جا ہیں سر چشمے ہیں حکمت کے
کھلے رہتے ہیں مثل جنت دروازے عدالت کے

مثالِ آئینہ ہر امر ظاہر صاف ہوتا ہے
جو حقِ انصاف کا ہے اس طرح انصاف ہوتا ہے

دکھایا خوب تیری روشنی سے نور کا عالم — ہوا کافور ظلمت سے شبِ دیجور کا عالم
چھپانے سے چھپے کیا ناظر و منظور کا عالم — کہ اب ہر ہر قدم پر ہے چراغِ طور کا عالم

ہوا اس روشنی سے اس طرح ظلمت کا منہ کالا
سحر سے وصل کی جیسے شبِ فرقت کا منہ کالا

دکن کیا کہ ہیں مداح سب ہندوستاں والے — فقط ہندوستاں کیا ہے اگر پوچھو جہاں والے
جہاں پر منحصر کیا مدح گر ہیں آسماں والے — کہیں کیونکر نہ پھر ظلِ خدا اسکو زباں والے

صفت اس سے سوا لکھیں گے شاعر اور کیا اسکی
اگر حمدِ خدا ہے فرض واجب ہے ثنا اسکی

جہاں میں کعبۂ مقصود اسی کا آستانہ ہے — درِ دولت پہ جبہ فرسا اب اک زمانہ ہے
یہی ہر ایک کے لب پر مسرت کا ترانہ ہے — یہاں آنا مقدر آزمائی کا بہانہ ہے

بنالے ناصیہ سائی سے بگڑی جسکی قسمت ہے
یہ سنگِ آستاں پتھر نہیں مہیا دولت ہے

اسی جا پائی ہے دادِ سخن نازک خیالوں نے — کمال اپنے دکھائے ہیں یہیں جب باکمالوں نے
یہیں پایا ہے گنجِ سرفرازی پائمالوں نے — یہیں منہ مانگی پائی ہر مرادیں پوچھنے والوں نے

کھلا رہتا ہے دروازہ یہیں تقدیر کی صورت
دعا کو ہاتھ آتی ہے یہیں تاثیر کی صورت

یہ مدح آصف سابع (خلد اللہ ملکہ) ہے یونہی تو کیونکر ہو ۔ کرشمہ سحر ہی ہو تحریر یہ تو دفتر کا دفتر ہو
عقیدت کا تقاضا ہے دعا سے اب زباں تر ہو ۔ دعا ایسی کہ غل آمین کا جس کی فلک پر ہو

مری اب طبع شگفتہ سے نہ فرحت ہو بہیں جائے
دماغ اپنا گل تاثیر کی خوشبو سے بس جائے

الٰہی خلق میں جب تک بہار آفرینش ہو ۔ نظر جب تک ہے نقش و نگار آفرینش ہو
جہاں جب تک یونہیں سرمایہ دار آفرینش ہو ۔ سحاب لطف جب تک آبیار آفرینش ہو

مثال چتر جب تک گنبد گردوں گرداں ہو
سر اورنگ شاہی جلوہ گر عثماں علیخاں (خلد اللہ ملکہ) ہو

رہیں سب نونہالان شہی شاداب دنیا میں ۔ بہار گلشن انجم سے باغ ملک [illegible]
رہیں تیلی کی صورت ضوفشاں چشم اعزا میں ۔ پھلیں پھولیں ہیں سرسبز طوبیٰ سا و بالا ہو

گرہ کے سال کا جلسہ یونہیں ہر سال برپا ہو
یونہیں عمر خضر کا مدح خواں اس کے دوبالا ہو